سلسلۂ ایمان افروز تاریخی واقعات: ٦

مستند اسلامی تاریخی واقعات کی ادبی اور ایمان افروز پیش کش

حدیبیہ کی یاد ابھی باقی ہے

خلیفہ حضور تاج الشریعہ حضرت

مفتی محمد داراحسان قادری

دار العلوم فیضان تاج الشریعہ، بریلی شریف

AL MAKTAB AL-NOOR

سلسلۂ ایمان افروز تاریخی واقعات: ٦

مستند اسلامی تاریخی واقعات کی ادبی اور ایمان افروز پیش کش

حدیبیہ کی یاد ابھی باقی ہے

خلیفہ حضور تاج الشریعہ حضرت

مفتی محمد راحت خان قادری

دار العلوم فیضان تاج الشریعہ، بریلی شریف

المکتب النور بریلی شریف

وفا کی قدر کرنے والی تہذیب

اسلام صرف قربانی دینے والوں کی تعریف نہیں کرتا، بلکہ ان کی قربانیوں کو نسلوں تک یاد رکھنے کی تعلیم بھی دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ایک وفادار صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی ضرورت مند ہو کر امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے حاضر ہوئی، تو آپ نے اس کی غربت سے پہلے اس کی نسبت کو پہچانا۔ آپ کی نگاہوں میں وہ ایک ضرورت مند عورت نہیں، بلکہ بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک وفادار ساتھی کی امانت تھی۔

یہ رسالہ اسی ایمان افروز واقعے کو ادبی انداز میں پیش کرتا ہے، تاکہ یہ حقیقت دلوں میں جاگزیں ہو جائے کہ اسلام اپنے محسنین کو کبھی فراموش نہیں کرتا، اور جو خاندان دین، بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی خدمت میں اپنی زندگیاں وقف کر دیتے ہیں، ان کی عزت و تکریم امت کی دائمی ذمہ داری ہے۔

سلسلۂ ایمان افروز تاریخی واقعات ۶

سلسلۂ اشاعت: ۲۸

نام کتاب ——— حدیبیہ کی یاد ابھی باقی ہے

تصنیف ——— مفتی محمد راحت خان قادری

پروف ریڈنگ ——— مفتی محمد انور علی مصباحی، مفتی محمد عظیم الشان مرکزی
مفتی محمد ہارون احمد منظری

سرِ ورق تزئین کاری ——— مولانا محمد عامر احمد امجدی دہلی [7503518254]

صفحات ——— ۲۶

اشاعت ——— ۱۴۴۸ھ/ ۲۰۲۶ء

ناشر ——— المکتب النور بریلی شریف

ALMAKTABUN-NOOR
Shikarpur Chaudhry, Izzatnagar
Bareilly Shareef, (U.P.) India,
Pin:243122
Mob:+91-9412684116
www.faizanetajushshariya.com

فہرست

شرف انتساب

یہ کتاب....ان نفوسِ قدسیہ کے نام...

جنھوں نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں وفا کا عہد کیا، دینِ اسلام کی سربلندی کے لیے اپنی جانیں، مال اور آرام قربان کر دیے، اور اپنی اخلاص بھری جدو جہد سے تاریخِ اسلام کے صفحات کو ہمیشہ کے لیے منور کر دیا۔

بالخصوص ان عظیم صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نام، جنھوں نے صلحِ حدیبیہ کے موقع پر رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے وفاداری، استقامت اور ایثار کی وہ لازوال مثال قائم کی، جس کی یاد امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں برسوں بعد بھی اسی تازگی کے ساتھ زندہ تھی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے دین، اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اہلِ حق کے ساتھ ایسی ہی سچی وفاداری نصیب فرمائے، اور اپنے محسنین کی قدر کرنے اور ان کے اہل وعیال کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ **آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم**

محمد راحت خان قادری

سلسلۂ ایمان افروز تاریخی واقعات

مستند اسلامی تاریخی واقعات کی ادبی اور ایمان افروز پیش کش

اسلامی تاریخ ایسے بے شمار واقعات سے معمور ہے جو ایمان، تقویٰ، دیانت، عدل، ایثار، صبر اور اتباعِ سنت کے روشن نمونے پیش کرتے ہیں۔ ان میں سے بہت سے واقعات اپنی معنوی عظمت کے باوجود عام قارئین کی نگاہوں سے اوجھل رہ جاتے ہیں، جبکہ افسانوی ادب اور خیالی داستانیں زیادہ توجہ حاصل کر لیتی ہیں۔

"سلسلۂ ایمان افروز تاریخی واقعات" کا مقصد اسلامی تاریخ کے مستند اور معروف واقعات کو ادبی، دل نشین اور مؤثر انداز میں پیش کرنا ہے، تاکہ قاری مطالعے کی دلچسپی کے ساتھ ساتھ ایمان و اخلاق کی تازگی اور کردار سازی کا سامان بھی حاصل کر سکے۔

معتبر تاریخی مصادر پر مبنی اس سلسلے کے مندرجہ ذیل پانچ رسائل شائع ہو کر عام ہو چکے ہیں:

(۱) خدا تو دیکھ رہا ہے

(۲) اگر میں نے ان کی راہ چھوڑ دی...

(۳) یہ بوجھ مجھے ہی اٹھانا ہوگا

(۴) یہ اس نومولود کا حق ہے

(۵) کفن میں یہ تحریر رکھ دینا

یہ چاروں رسائل اہلِ علم اور ذوقِ مطالعہ رکھنے والے قارئین میں پسند کیے گئے اوران کی حوصلہ افزائی نے اس سلسلے کوآگے بڑھانے کا جذبہ عطا کیا۔

اسی سلسلے کا چھٹا رسالہ "**حدیبیہ کی یاد ابھی باقی ہے**" اپنی خوبیوں کے ساتھ اب قارئینِ کرام کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

اس سلسلہ کی ساتویں اوراگلی کڑی ہوگی "**مال آیا.. دل نہ بدلا**"۔

ان شاء اللہ تعالیٰ اس سلسلے کی ہرایک پیش کش معتبر تاریخی مصادر پر مبنی ہوگی، البتہ واقعات کواسی طرح عصرِ حاضر کے قاری کے ذوق کے مطابق ادبی پیرایۂ بیان میں تخیلی طرز پر پیش کیا جائے گا، تا کہ تاریخ کا سبق دل ودماغ دونوں تک پہنچ سکے۔

ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سلسلے کوخلوص نیت اور دیانت کے ساتھ دوام عطا فرمائے، دینِ اسلام کی خدمت، تاریخِ اسلام سے وابستگی، اورسیرتِ صالحین کے فروغ کا ذریعہ بنائے۔

محمد عظیم الشان نوری مرکزی

مدرس دارالعلوم فیضان تاج الشریعہ، منیجر المکتب النور، بریلی شریف

مقدمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ، وَ الصَّلَاۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ، سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ، وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصۡحٰبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ، اَمَّا بَعۡدُ:

تاریخ اسلام کے روشن اوراق میں بعض واقعات ایسے ہیں جو اپنے اختصار کے باوجود اپنے اندر علم، حکمت، اخلاق اور قیادت کے بے شمار اسباق سموئے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان ہی درخشاں واقعات میں سے ایک یہ ایمان افروز واقعہ بھی ہے، جس میں امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ایسی خاتون کی دستگیری فرمائی، جس کے والد نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضری کا شرف پایا تھا اور صلحِ حدیبیہ جیسے عظیم تاریخی موقع پر اسلام کی نصرت کے لیے اپنی وفاداری کا ثبوت دیا تھا۔

بظاہر یہ ایک ضرورت مند خاندان کی امداد کا واقعہ ہے، لیکن حقیقت میں یہ اسلامی معاشرے کا ایک عظیم اصول بیان کرتا ہے کہ جو خاندان دینِ اسلام، بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی خدمت میں اپنی زندگیاں کھپا دیتے ہیں، ان کی قربانیوں کو کبھی فراموش نہیں کیا جاتا۔

یہ مختصر رسالہ اسی حقیقت کو اجاگر کرنے کی ایک ادنیٰ کوشش ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کا مطالعہ کرنے والوں کے دلوں میں اپنے محسنین کی قدر، اہلِ وفا کی عزت اور خدمتِ دین کرنے والوں کے خاندانوں کی خبر گیری کا جذبہ پیدا فرمائے، اور ہمیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس روشن طرزِ عمل سے حقیقی سبق حاصل

کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اصل روایت اور اس کے مراجع

زیرِنظر رسالے کا مرکزی واقعہ اسلامی تاریخ کے اُن معروف اور مقبول واقعات میں سے ہے جسے متعدد محدثین، مؤرخین اور سوانح نگاروں نے مختلف اسانید اور قدرے لفظی اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اگرچہ الفاظ اور بعض جزئیات میں معمولی اختلاف پایا جاتا ہے، تاہم واقعے کا بنیادی مضمون تمام مصادر میں یکساں ہے۔ اسی لیے مناسب معلوم ہوا کہ اصل روایت اور اس کے اہم مراجع یہاں پیش کر دیے جائیں، تاکہ اس رسالے کی تاریخی بنیاد قارئین کے سامنے واضح رہے اور اہلِ علم کے لیے مراجعت کا دروازہ بھی کھلا رہے۔

اس روایت کو حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صحیح بخاری میں اس طرح روایت فرمایا ہے:

”عن زيد بن أسلم، عن أبيه قال: خرجت مع عمر بن الخطاب رضي الله عنه إلى السوق، فلحقت عمر امرأة شابة فقالت: يا أمير المؤمنين هلك زوجي وترك صبية صغارا، والله ما ينضجون كراعا ولا لهم زرع ولا ضرع، وخشيت أن تأكلهم الضبع، وأنا بنت خفاف بن إيماء الغفاري، وقد شهد أبي الحديبية مع النبي صلى الله عليه وسلم، فوقف معها عمر ولم يمض، ثم قال: مرحبا بنسب قريب، ثم انصرف إلى بعير ظهير كان مربوطا في الدار، فحمل عليه غرارتين ملأهما طعاما، وحمل بينهما نفقة وثيابا، ثم ناولها بخطامه، ثم قال: اقتاديه فلن يفنى حتى يأتيكم الله بخير، فقال رجل: يا أمير المؤمنين أكثرت

لها، قال عمر: ثكلتك أمك، والله إني لأرى أبا هذه وأخاها قد حاصرا حصنا زمانا فافتتحاه، ثم أصبحنا نستفيء سهمانهما فيه"۔

اس واقعے کو بعض لفظی اختلاف کے ساتھ درج ذیل مصادر میں نقل کیا گیا ہے:

(۱)صحیح البخاری، باب غزوۃ الحدیبیۃ، رقم الحدیث:۴۱۴۸، ج:۵، ص:۳۱۶، ۳۱۷، دار التأصیل، القاهرة، ۱۴۳۳ھ

(۲)مسند الفاروق أمير المؤمنين أبي حفص عمر بن الخطاب رضي الله عنه وأقواله على أبواب العلم، ج:۲، ص:۳۲۲، دار الفلاح، مصر

(۳)محض الصواب في فضائل أمير المؤمنين عمر بن الخطاب، ج:۲، ص:۴۸۰، ۴۸۱، عمادة البحث العلمي بالجامعة الإسلامية، المدينة النبوية، المملكة العربية السعودية

(۴)جمع الجوامع المعروف بـ "الجامع الكبير"، ج:۱۴، ص:۵۲۲، الأزهر الشريف، القاهرة، ۱۴۲۶ھ

(۵)جامع الأحاديث، رقم الحديث:۲۹۸۹۶، ج:۲۷، ص:۱۹۰، طبع على نفقة: د حسن عباس زكي

(۶)كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، رقم الحديث:۱۴۱۹۰، ج:۵، ص:۶۸۵، مؤسسة الرسالة، بيروت، ۱۴۰۵ھ

علمی وضاحت

یہ واقعہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عدل، وفا شناسی اور حسنِ انتظام کا ایک روشن نمونہ ہے۔اس روایت کو امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی الجامع الصحیح میں روایت کیا ہے، جس کی بنا پر اس کی صحت میں کوئی شبہ نہیں۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی ریاست کی ذمہ داری صرف عمومی نظم و

نسق قائم کرنا نہیں، بلکہ ان خاندانوں کی خصوصی خبر گیری بھی ہے جنہوں نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، دینِ اسلام اور مسلمانوں کے لیے نمایاں خدمات انجام دی ہوں۔

قابلِ غور بات یہ ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس خاتون کی مدد صرف اس کی غربت دیکھ کر نہیں فرمائی، بلکہ جب انہیں معلوم ہوا کہ وہ حضرت خفاف بن ایماء غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی ہیں، جنہیں صلحِ حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معیت کا شرف حاصل ہوا تھا، تو آپ نے اس نسبت کو نہایت عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا۔ پھر آپ نے ان کی سابقہ قربانیوں کو یاد کرتے ہوئے فرمایا کہ میں ان کے والد اور بھائی کو میدانِ جہاد میں دیکھ چکا ہوں، اور آج ہم انہی قربانیوں کے ثمرات سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

اس سے یہ اصول مستنبط ہوتا ہے کہ اسلام اپنے محسنین کی خدمات کو فراموش نہیں کرتا، بلکہ ان کے اہل و عیال کے حقوق کی حفاظت کو بھی اجتماعی ذمہ داری قرار دیتا ہے۔

یہ روایت اسلامی معاشرے کو یہ بھی سکھاتی ہے کہ وفادار، مخلص اور دین کے خادم افراد کی قدر شناسی صرف زبانی تعریف تک محدود نہیں ہونی چاہیے، بلکہ عملی صورت میں ان کے خاندانوں کی کفالت، عزت افزائی اور خبر گیری بھی اس کا لازمی تقاضا ہے۔

اسی لیے یہ واقعہ محض سخاوت یا انفاق کا بیان نہیں، بلکہ وفا، قدر دانی، حسنِ قیادت اور اسلامی ریاست کی ذمہ داریوں کا ایک دائمی منشور ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس معمولی سی کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرمائے، اس میں اگر کوئی خیر ہے تو اسے اپنی رحمت سے باقی رکھے، اور اگر کہیں لغزش یا

کوتاہی رہ گئی ہوتو اپنے فضل وکرم سے معاف فرمائے۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ، عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ۔

محمد راحت خان قادری

خادم دار العلوم فیضان تاج الشریعہ، بریلی شریف

۱۳ر صفر المظفر ۱۴۴۸ھ/ ۲۹ر جولائی ۲۰۲۶ء

حدیبیہ کی یاد ابھی باقی ہے

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جس نے وفا، احسان شناسی، صلہ رحمی اور خدمتِ خلق کو ایمان کے روشن اوصاف میں شمار فرمایا، اور اپنے نیک بندوں کو ان صفات کا عملی نمونہ بنا کر امت کے لیے مشعلِ راہ بنایا۔ درود و سلام ہوں سیدِ عالم، رحمتِ عالم، حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر، جنہوں نے وفاداروں کی قدر کرنا، ان کے حقوق ادا کرنا اور ان کے اہل و عیال کی خبر گیری کرنا اپنی مبارک سنت سے امت کو سکھایا۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں آپ کے پاک اہلِ بیت، جلیل القدر صحابۂ کرام اور تمام صالحین رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر، جنہوں نے دینِ اسلام کی سربلندی کے لیے اپنی جانیں، مال اور آرام سب کچھ قربان کر دیا۔

ایک بے بس ماں کی فریاد میں

مدینہ منورہ میں ایک اور مبارک دن کا آغاز ہو چکا تھا..... بازار رفتہ رفتہ آباد ہونے لگے تھے..... تاجر اپنی اپنی دکانوں کی تیاری میں مصروف تھے..... خریدار اپنی ضروریات کے لیے نکل رہے تھے..... اور گلیوں میں زندگی اپنی سادہ مگر پُرسکون رفتار سے آگے بڑھ رہی تھی..... یہ وہ زمانہ تھا جب اسلامی ریاست کا سربراہ محلات کی بلند فصیلوں میں نہیں..... بلکہ اپنی رعایا کے درمیان نظر آتا تھا۔

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حسبِ معمول بازار کی طرف تشریف لے جا رہے تھے..... یہ محض بازار کا دورہ نہ تھا..... بلکہ اپنی رعایا کے حالات معلوم کرنے کا ایک معمول تھا..... آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یقین تھا کہ حکمران کی

آنکھیں صرف ایوانِ حکومت تک محدود نہیں ہونی چاہئے..... بلکہ انہیں معاشرے کے ہر طبقے کی کیفیت سے باخبر رہنا چاہیے۔

آپ ابھی چند ہی قدم آگے بڑھے تھے کہ ایک نوجوان خاتون ادب کے ساتھ قریب آئی.....اس کے حالات سے زمانے کی سختیوں کے آثار نمایاں تھے.....لباس سادہ تھا، مگر اس کی گفتگو میں وقار تھا.....ایسا محسوس ہوتا تھا کہ غربت نے اس کے گھر کا راستہ تو پا لیا ہے.....مگر خودداری ابھی تک اس کے دل سے رخصت نہیں ہوئی.....اس نے نہایت ہی وقار و ادب سے عرض کیا:

"یا امیر المومنین!"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً رک گئے.....اسلامی حکومت کی یہی شان تھی کہ ایک عام رعیت کی آواز بھی پوری سلطنت اسلامیہ کے والی یعنی امیر المومنین کے قدم روک دینے کے لیے کافی تھی.....آپ مشفقانہ طور پر اس خاتون کی جانب متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا:

"کہو بہن! کیا بات ہے؟"

عورت کی آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی.....چند لمحے خاموش رہی، گویا دل میں جمع ہوئے دکھ کو الفاظ کا لباس پہنانا اس کے لیے آسان نہ تھا.....پھر آہستہ آہستہ بولی:

"اے امیر المومنین! میرا شوہر وفات پا چکا ہے۔"

ایک مختصر جملہ...

لیکن اس کے پیچھے برسوں کی آزمائش چھپی ہوئی تھی.....اس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے عرض کیا:

"میرے چند چھوٹے چھوٹے بچے ہیں.....اللہ کی قسم! ہمارے گھر کی حالت

یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ ان کے لیے معمولی سا کھانا بھی میسر نہیں.....نہ کھیتی ہے، نہ مویشی، نہ کوئی ایسا ذریعۂ معاش جس سے ان کی ضرورت پوری ہو سکے۔"

یہ کہتے کہتے اس کی آواز بھرّا گئی.....پھر اس نے اپنے دل کا سب سے بڑا درد بیان کیا:

"مجھے اپنے بچوں کی فکر کھائے جا رہی ہے.....مجھے ڈر ہے کہ کہیں فاقے اور بے بسی انہیں ہلاک نہ کر دیں۔"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پوری توجہ کے ساتھ اس کی بات سنتے رہے.....نہ آپ نے اس کی گفتگو میں مداخلت فرمائی، نہ جلدی میں کوئی فیصلہ سنایا.....کیوں کہ آپ جانتے تھے کہ مظلوم کی فریاد کو غور سے سننا بھی انصاف کا پہلا تقاضا ہے۔

ابھی عورت کی گفتگو مکمل نہیں ہوئی تھی.....اس کے بعد وہ اپنا ایسا تعارف کرانے والی تھی جس نے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں برسوں پرانی ایک عظیم یاد تازہ کر دینی تھی.....اور اسی ایک جملے نے اس ملاقات کو تاریخ کے یادگار واقعات میں شامل کر دیا۔

خاتون کا تعارف

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموشی سے اس خاتون کی بات سنتے رہے.....آپ کی نگاہوں میں شفقت تھی.....اور چہرے پر وہ سنجیدگی نمایاں تھی جو ایک ایسے حکمران کا وصف ہوتی ہے، جو رعایا کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد سمجھتا ہو۔

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد آپ نے نہایت نرمی سے دریافت فرمایا:

"تم کس خاندان سے تعلق رکھتی ہو؟"

یہ سوال محض تعارف کے لیے نہ تھا.....عرب معاشرے میں خاندان اور قبیلہ ایک پہچان ضرور تھے.....مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اصل قدر ومنزلت ایمان، اخلاص اور اسلام کی خدمت کی تھی.....عورت نے پورے وقار کے ساتھ جواب دیا:

"میں خفاف بن ایماء غفاری کی بیٹی ہوں۔"

یہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے کے تاثرات بدل گئے.....گویا وقت کی گرد اچانک ہٹ گئی ہو.....اور برسوں پرانا ایک منظر نگاہوں کے سامنے تازہ ہو گیا ہو۔

یہ کسی عام آدمی کا نام نہ تھا.....یہ اس خوش نصیب صحابی کا نام تھا، جسے بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضری کا شرف حاصل ہوا تھا.....جس نے اسلام کے ابتدائی دور کی سختیوں کو دیکھا تھا.....اور حدیبیہ کے تاریخی موقع پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ اقدس پر بیعت کا اعزاز پایا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ آ گئی.....آپ نے فرمایا:

"مرحباً...! یہ تو ہمارا بہت ہی قریبی تعلق ہے۔"

یہ قربت خون کی نہ تھی.....یہ قربت ایمان کی تھی.....یہ قربت قبیلے کی نہ تھی.....یہ قربت اس نسبت کی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک رفاقت سے حاصل ہوئی تھی.....اس ایک جملے نے اس خاتون کے دل سے برسوں کا بوجھ ہلکا کر دیا۔

اسے محسوس ہوا کہ وہ کسی اجنبی دروازے پر نہیں آئی.....بلکہ ایسے حکمران کے

سامنے کھڑی ہے.....جس کے دل میں بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وابستہ ہر خاندان کی عزت محفوظ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزید کوئی سوال نہ کیا.....انہوں نے نہ غربت کا ثبوت مانگا.....نہ کسی گواہ کا مطالبہ کیا.....کیوں کہ ایک وفادار صحابی کے خاندان کا تعارف ہی ان کے لیے کافی تھا۔

آپ فوراً اپنے گھر کی طرف متوجہ ہوئے.....اب صرف ایک ضرورت مند خاندان کی مدد مقصود نہ تھی.....بلکہ ایک ایسے گھرانے کی خدمت کا وقت آ گیا تھا.....جس کی وفاداری کی خوشبو ابھی تک مدینہ منورہ کی فضاؤں میں باقی تھی۔

حدیبیہ کی یاد تازہ ہوگئی

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیز قدموں سے اپنے دولت کدے کی طرف روانہ ہوئے.....یہ کسی رسمی کارروائی کے لیے اٹھنے والے قدم نہ تھے.....بلکہ ایک ایسے دل کی بے قراری تھی.....جو بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وفاداروں کا حق ادا کرنے میں ایک لمحے کی تاخیر بھی گوارا نہیں کرتا تھا۔

گھر پہنچ کر آپ کی نگاہ ایک مضبوط اونٹ پر پڑی، جو صحن میں بندھا ہوا تھا.....آپ نے اسے قریب بلایا.....پھر دو بڑے بورے منگوائے.....اپنے دستِ مبارک سے ان میں غلہ بھرنا شروع کیا.....آٹا...کھجوریں...اور گھریلو ضرورت کی دوسری اشیا.....جب دونوں بورے بھر گئے تو آپ نے ان کے درمیان لباس اور کچھ دوسری ضروری چیزیں بھی رکھ دیں، تاکہ اس گھر کی فوری ضرورت پوری ہوجائے۔

یہ منظر دیکھنے والا ہر شخص محسوس کر سکتا تھا کہ یہ صرف عطیہ نہیں..... بلکہ ایک امانت اپنے اصل مستحق تک پہنچائی جا رہی ہے..... حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود اونٹ کی مہار اس خاتون کے ہاتھ میں دی اور نہایت شفقت بھرے لہجے میں فرمایا:

"اسے لے جاؤ..... ان شاء اللہ، یہ سامان ختم ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ تمہارے لیے مزید کشادگی کا راستہ پیدا فرما دے گا۔"

ان الفاظ میں محض تسلی نہ تھی..... بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر کامل یقین بھی تھا..... وہ خاتون ممنونیت سے سر جھکائے کھڑی تھی..... شاید وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کی مختصر سی فریاد کا جواب اس قدر عزت، محبت اور فراخ دلی کے ساتھ ملے گا۔

اسی دوران وہاں موجود ایک شخص نے یہ منظر دیکھا..... اسے سامان کی مقدار کچھ زیادہ محسوس ہوئی..... اس نے عرض کیا:

"اے امیر المومنین! آپ نے انہیں بہت زیادہ دے دیا ہے۔"

یہ جملہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی طرف متوجہ ہوئے..... آپ کے چہرے پر سنجیدگی نمایاں تھی، مگر لہجے میں ایمان کی حرارت تھی۔

حدیبیہ کی یاد ابھی باقی تھی

اس شخص کے الفاظ ابھی فضا میں گونج ہی رہے تھے:

"اے امیر المومنین! آپ نے انہیں بہت زیادہ دے دیا ہے۔"

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی طرف دیکھا..... آپ کے چہرے پر ناگواری نہ تھی، مگر ایسا جلال ضرور تھا جو حق کی عظمت سے پیدا ہوتا ہے..... پھر نہایت پُراثر انداز میں ارشاد فرمایا:

"تمہاری ماں تم پر روئے!"

یہ عربی محاورہ تھا، ملامت کے لیے بولا جاتا تھا، بددعا مقصود نہ تھی.....پھر آپ کی آواز میں ایک عجیب کیفیت پیدا ہوگئی.....

گویا نگاہیں مدینہ منورہ کی مبارک گلیوں سے نکل کر برسوں پیچھے چلی گئی ہوں.....آپ نے فرمایا:

"اللہ کی قسم! میں اس عورت کے باپ کو دیکھ رہا ہوں..."

چند لمحے توقف فرمایا.....پھر ارشاد فرمایا:

"...اور اس کے بھائی کو بھی۔"

آپ کی نگاہوں کے سامنے وہ دن تازہ ہو چکا تھا.....جب اسلام اپنی ابتدائی آزمائشوں سے گزر رہا تھا.....جب بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جان نثار، جان و مال کی پروا کیے بغیر دینِ اسلام کی سربلندی کے لیے میدانوں میں نکلتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"میں نے ان دونوں کو ایک قلعے کا محاصرہ کرتے دیکھا ہے.....وہ ڈٹے رہے..... یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں فتح عطا فرمائی۔"

یہ صرف ایک جنگ کا تذکرہ نہ تھا..... یہ وفاداری، استقامت اور ایثار کی گواہی تھی۔

پھر آپ نے وہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا جس نے اس پورے واقعے کو امر کر دیا:

"پھر ایک وقت آیا کہ ہم بھی ان کی فتح کا حصہ پانے لگے۔"

گویا آپ فرما رہے تھے:

آج اگر اسلام عزت کے ساتھ قائم ہے.....اگر مسلمان امن و اطمینان سے

زندگی گزار رہے ہیں.....اگر بیت المال میں کچھ ہے جسے ہم تقسیم کر سکتے ہیں.....تو اس میں ان لوگوں کی قربانیوں کا بھی حصہ ہے، جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معیت میں ہر آزمائش کو خندہ پیشانی سے قبول کیا تھا۔

پھر ایسی بیٹی کو دینا زیادہ کیسے ہو سکتا ہے.....جس کے باپ نے اپنی جوانی اسلام پر نچھاور کر دی؟

اور ایسے خاندان کی خبر لینا زیادتی کیسے ہو سکتی ہے.....جس کی وفاداری کی گواہی خود تاریخ دے رہی ہو؟

اس لمحے ہر شخص پر حقیقت واضح ہو گئی.....یہ چند بورے غلے کے نہ تھے.....
یہ حدیبیہ کے وفاداروں کی مخلصانہ خدمات کا اعتراف تھے۔

یہ چند کپڑے نہ تھے.....بلکہ بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وابستہ ایک خاندان کی عزت افزائی تھی۔

اسی لیے.....حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں حدیبیہ کی یاد ابھی باقی تھی۔

وفا کا قرض

اونٹ آہستہ آہستہ مدینہ منورہ کی گلیوں سے گزرتا ہوا آگے بڑھنے لگا.....اس کی مہار ایک کمزور بیوہ کے ہاتھ میں تھی.....لیکن اس کے دل میں اب کمزوری نہیں، اطمینان تھا.....چند لمحے پہلے جو ماں اپنے بچوں کی بھوک سے لرز رہی تھی، اب اس کی آنکھوں میں امید کی روشنی جھلک رہی تھی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ دیر تک اس اونٹ کو جاتے ہوئے

دیکھتے رہے.....شاید آپ کی نگاہ صرف اس عورت تک محدود نہ تھی.....بلکہ ان عظیم ہستیوں تک پہنچ رہی تھی.....جنہوں نے برسوں پہلے بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں وفا کا عہد کیا تھا.....میدانِ جہاد میں اپنی جانیں کھپائی تھیں.....اور اسلام کی بنیادوں کو اپنے خون سے مضبوط کیا تھا۔

آپ کے دل میں یہ احساس پوری قوت کے ساتھ زندہ تھا کہ.....اسلام اپنے محسنین کو فراموش نہیں کرتا.....جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نصرت کے لیے کھڑے ہوئے.....جنہوں نے دینِ اسلام کی سربلندی کے لیے اپنا سکون، اپنا مال اور اپنی جانیں قربان کیں۔

ان کے بعد اگر ان کے اہل وعیال کسی ضرورت میں مبتلا ہوں تو ان کی خبر لینا احسان نہیں، بلکہ امت کی ذمہ داری ہے.....اسی احساس نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک لمحے کے لیے بھی یہ سوچنے نہ دیا کہ دیا گیا سامان زیادہ ہے یا کم.....کیونکہ آپ کے نزدیک یہ صرف عطیہ نہیں تھا.....بلکہ وفا کا قرض تھا، جو اسلامی معاشرہ اپنے محسن خاندانوں کو ادا کر رہا تھا۔

یہی وہ عظیم اصول ہے جس نے اسلامی تہذیب کو دوسری تہذیبوں سے ممتاز کیا..... یہاں قربانیاں صرف تاریخ کی کتابوں میں محفوظ نہیں رہتیں.....بلکہ ان کی خوشبو نسلوں تک محسوس کی جاتی ہے۔

یہاں مجاہدین کا احترام صرف ان کی زندگی تک محدود نہیں رہتا.....بلکہ ان کے بعد ان کے اہل وعیال بھی عزت، محبت اور کفالت کے مستحق سمجھے جاتے ہیں۔

شاید اسی لیے.....صدیاں گزر جانے کے باوجود تاریخ آج بھی گواہی دیتی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں حدیبیہ کی یاد ابھی باقی تھی۔

سبقِ عمل

اسلام صرف اپنے محسنین کو یاد رکھنے کی تعلیم نہیں دیتا سبقِ عمل..... بلکہ ان کے اہل وعیال کی خبر گیری کو بھی دینی ذمہ داری قرار دیتا ہے..... جو لوگ بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، دینِ اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں اپنی زندگیاں کھپا دیتے ہیں، ان کی وفاداری کا حق صرف ان کی حیات تک محدود نہیں رہتا..... بلکہ ان کے بعد بھی ان کے خاندان امت کی امانت سمجھے جاتے ہیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس موقع پر محض ایک ضرورت مند خاتون کی مدد نہیں فرمائی..... بلکہ پوری امت کے لیے ایک دائمی اصول قائم فرمایا کہ قربانیوں کو کبھی فراموش نہ کیا جائے.....آج بھی جو لوگ دین کی خدمت کرتے ہیں.....مساجد کو آباد رکھتے ہیں.....مدارس کی حفاظت کرتے ہیں.....اسلام کی سربلندی کے لیے اپنی صلاحیتیں اور اپنی زندگیاں وقف کر دیتے ہیں.....ان کے بعد ان کے اہل وعیال کی کفالت کرنا محض ہمدردی نہیں بلکہ وفا شناسی کا تقاضا ہے۔

افسوس کہ ہمارے معاشرے میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب تک کوئی شخصیت زندہ رہتی ہے.....اس وقت تک اس کو نذر و نیاز ملتی رہتی ہے یا ائمہ وعلما اور مخلصین مدرسین کو معمولی مشاہرہ ملتا رہتا ہے.....لیکن اس کے دنیا سے رخصت ہوتے ہی اس کے گھر کے دروازے خاموش ہو جاتے ہیں.....اس کے بچوں، بیوہ اور خاندان کو رفتہ رفتہ فراموش کر دیا جاتا ہے.....حالانکہ اسلامی تعلیمات کا مزاج اس کے بالکل برعکس ہے۔

یہ واقعہ ہمیں سکھاتا ہے کہ زندہ قومیں اپنے محسنین کو یاد رکھتی ہیں.....اور ان کی

یا دصرف تقریروں.....مضامین اور تعزیتی بیانات میں نہیں.....بلکہ ان کے گھر والوں کی عملی خبر گیری میں زندہ رہتی ہے۔

اگر ہم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس سنت کو اپنی اجتماعی زندگی میں زندہ کر دیں تو ہمارے معاشرے میں وفا، اعتماد اور اخوت کی ایک نئی روح پیدا ہو سکتی ہے، اور ہر وہ شخص جو خلوص کے ساتھ دین اور ملت کی خدمت کرے گا، اسے یہ اطمینان ہوگا کہ اس کے بعد اس کا خاندان امت کے لیے اجنبی نہیں ہوگا۔

آج کے ذمہ داران کے نام

اے امتِ مسلمہ کے ذمہ دارو!

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عمل صرف ایک تاریخی واقعہ نہیں.....بلکہ ہر دور کے حکمرانوں، علما، دینی اداروں اور ملت کے صاحبِ حیثیت افراد کے لیے ایک دائمی پیغام ہے۔

جو خاندان بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت، دینِ اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں کی عزت و وقار کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیتے ہیں.....ان کی قربانیاں وقت گزرنے کے ساتھ فراموش نہیں ہونی چاہئے.....ان کے اہل وعیال کی خبر گیری، ان کی ضروریات کا خیال اور ان کی عزت و وقار کی حفاظت پوری امت کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔

افسوس! آج ہم اپنے محسنین کی خدمات کا تذکرہ تو بڑے شوق سے کرتے ہیں.....مگر ان کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد ان کے گھروں کا دروازہ کھٹکھٹانے والے بہت کم رہ جاتے ہیں.....یہی وہ خلا ہے جسے پُر کرنے کی ضرورت ہے۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ آئندہ نسلیں بھی دین کی خدمت، حق کی نصرت اور امت کی خیر خواہی کے لیے اپنی صلاحیتیں وقف کریں، تو ہمیں اپنے اسلاف کی اس روشن سنت کو زندہ کرنا ہوگا کہ خدمت گزاروں کے بعد ان کے خاندانوں کو کبھی تنہا نہ چھوڑا جائے۔

یہی اسلامی وفا شناسی ہے..... یہی زندہ امت کی پہچان ہے.....اور یہی وہ سبق ہے جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عمل سے قیامت تک کے مسلمانوں کو سکھایا ہے۔

اللہ تعالیٰ امتِ مسلمہ کے تمام ذمہ داران کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا احساسِ ذمہ داری، عدل، وفا شناسی اور خدمتِ خلق کا جذبہ عطا فرمائے..... ہمیں اپنے محسنین کی قدر کرنے، ان کی قربانیوں کو یاد رکھنے اور ان کے اہل و عیال کے حقوق ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائے..... اللہ تعالیٰ ہمارے معاشرے میں باہمی محبت، وفا اور خیر خواہی کو عام فرمائے..... اور ہمیں ایسے اعمال کی توفیق عطا فرمائے جن سے وہ راضی ہو، اور جن کے ذریعے ہم بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وفادار امتیوں میں شمار ہو سکیں۔ **آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم**

اس رسالے کا پیغام

یہ واقعہ ہمیں یاد دلاتا ہے کہ زندہ قومیں صرف اپنے محسنین کے کارنامے محفوظ نہیں کرتیں، بلکہ ان کے اہل و عیال کی عزت، کفالت اور خبر گیری کو بھی اپنا فرض سمجھتی ہیں۔

امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عمل سے ثابت فرمایا کہ بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وابستہ وفادار خاندانوں کی قدر شناسی اسلامی معاشرے کی بنیادی ذمہ داری ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محسنین کی خدمات کو یاد رکھنے، ان کے اہل و عیال کے حقوق ادا کرنے، اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس روشن اسوہ کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں زندہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

HUDAYBIYAH KI YAAD ABHI BAQI HAI

BY
KALIFAE HUZUR TAJUSSHRIYAH MUFTI
MUHAMMAD RAHAT KHAN QADRI

ALMAKTABUN-NOOR
Shikarpur Chaudhry, Izzatnagar
Bareilly Shareef, (U.P.) India,
Pin:243122
Mob:+91-9412684116
www.faizanetajushshariya.com